جلد ۵۲/۱۷ ۔ ۶ امان ۱۳۴۲ ہش ۔ ۹ شوال ۱۳۸۲ھ ۔ ۶ مارچ ۱۹۶۳ء ۔ نمبر ۵۴

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب —

ربوہ ۵ مارچ بوقت ۸½ بجے صبح

کل حضور کو کچھ بے چینی کی تکلیف رہی۔ اس وقت طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

اخبار احمدیہ

ربوہ ۵ مارچ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صحت کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت پہلے جیسی ہی چل رہی ہے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

— ربوہ ۵ مارچ۔ کل محترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی طبیعت بہت بے چین رہی۔ اور کبھی کبھی غنودگی ہو جاتی رہی۔ کمزوری بہت ہے۔

احباب جماعت التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ محترم شاہ صاحب موصوف کو جلد کامل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

— ربوہ ۵ مارچ۔ کل یہاں تمام دن مطلع ابر آلود رہا اور رات کو بہت معمولی سا چھینٹا بھی پڑا۔ آج صبح دھوپ نکلی ہوئی ہے

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا دامن قیامت تک دراز ہے

آپ کی رسالت کے ثمرات اور برکات تازہ بتازہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں

"یہ خدا کا فضل ہے جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو ملا اور اس فضل کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ جس پہلو سے دیکھو مسلمانوں کو بہت بڑے فخر اور ناز کا موقعہ ہے۔ مسلمانوں کا خدا، پتھر، درخت، حیوان، ستارہ، یا کوئی مردہ انسان نہیں ہے بلکہ وہ قادرِ مطلق خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کیا اور حی و قیوم ہے۔ مسلمانوں کا رسول وہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کی نبوت اور رسالت کا دامن قیامت تک دراز ہے۔ آپ کی رسالت مُردہ رسالت نہیں بلکہ اس کے ثمرات اور برکات تازہ بتازہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں جو اس کی صداقت اور ثبوت کی ہر زمانہ میں دلیل ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے ان ثبوتوں اور برکات اور فیوض کو جاری کیا ہے اور مسیح موعود کو بھیجکر نبوتِ محمدیہ کا ثبوت آج بھی دیا ہے اور پھر اس کی دعوت ایسی عام ہے کہ کُل دنیا کے لئے ہے قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور پھر فرمایا ما ارسلناک الّا رحمۃ للعالمین کتاب دی تو ایسی کامل اور ایسی محکم اور یقینی کہ لاریب فیہ اور فیھا کتب قیمۃ اور آیات محکمات۔ قولٌ فصلٌ۔ میزانٌ۔ مھیمنٌ۔

غرض ہر طرح سے کامل اور مکمل دین مسلمانوں کا ہے جس کے لئے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً کی مہر لگ چکی ہے۔ پھر کس قدر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ وہ ایسا کامل دین جو رضاء الٰہی کا موجب اور باعث ہے رکھ کر بھی بے نصیب ہیں اور اس دین کے برکات اور ثمرات سے حصہ نہیں لیتے بلکہ خدا تعالیٰ نے جو ایک سلسلہ ان برکات کو زندہ کرنے کے لئے قائم کیا تو اکثر انکار کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور لست مرسلاً اور لست مومناً کی آوازیں بلند کرنے لگے۔"

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۲ء)

دعوتِ ولیمہ

ربوہ ۵ مارچ کل مورخہ ۴ مارچ بروز دوشنبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے فرزند مکرم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔ جیسا کہ کل شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی شادی محترمہ قیصرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم میاں سعید علی خان صاحب مرحوم کے ساتھ ہوئی ہے۔

دعوت ولیمہ میں متعدد صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناظر و وکلاء صاحبان، افسران صیغہ جات اور بہت سے مقامی احباب کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے بھی شمولیت فرمائی اور دعوت کے اختتام پر رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا فرمائی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے آمین

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

خطبہ جمعہ

آئندہ نسل کی اصلاح اور درستی کا مسئلہ ہمارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے

ہمارے تمام سکولوں اور کالجوں کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں جس سے وہ سلسلے کیلئے مفید وجود بن سکیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲ر مئی سنہ ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
جماعتیں

عمارت کے طور پر

ہوتی ہیں جن میں مختلف حصے مختلف ضرورتوں کو پورا کر رہے ہوتے ہیں جس طرح مکان کی کوئی چیز بھی خراب ہو تو مکین کے لئے تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جماعتوں کا کوئی حصہ ناقص ہو تو ساری جماعت اس سے محروم ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جو جماعتی ادارے ہوتے ہیں ان کی خرابی کے ساتھ جماعت کے تمام نظام میں خرابی آجاتی ہے۔ ہماری جماعت مختلف قسم کے کام کر رہی ہے۔ کوئی محکمہ مال کا ہے کوئی تعلیم کا ہے۔ کوئی امور عامہ کا ہے۔ کوئی امور خارجہ کا ہے۔ کوئی تصنیف کا ہے۔ کوئی اصلاح و ارشاد کا، کوئی زراعت کا محکمہ ہے۔ کوئی تربیت کا محکمہ ہے، کوئی اشاعت کا محکمہ ہے۔ یہ محکمے اپنی اپنی جگہ پر

نہایت ہی اہم ہیں

اور ہر ایک محکمہ عمارت کے ایک حصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے مکان میں کوئی سونے کا کمرہ ہوتا ہے کوئی نہانے کا ہوتا ہے کوئی پاخانے کا ہوتا ہے۔ کوئی سٹور کا ہوتا ہے۔ کوئی بیٹھنے کا ہوتا ہے۔ کوئی کھانے کا ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی میں بھی خلل آجائے تو گھر والے بے چینی محسوس کرتے ہیں اور ان کا

امن خراب ہو جاتا ہے

کھانے کے کمرے میں خرابی آجائے تو اتنے دن جن کو کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی عادت ہوتی ہے بے چین سے رہتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ بچے الگ بڑبڑاتے ہیں اور بڑے الگ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کمرہ پاخانہ کا سمجھا جاتا ہے۔ وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارے گھر والوں کو تکلیف ہو جاتی

ہے۔ بعض پاخانہ روکنے کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں اور بعض شرم و حیا کی وجہ سے دوسری جگہ قضائے حاجت نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ غرض ایک ایک کمرہ اپنی جگہ پر ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح

ایک ایک محکمہ

جو ضرورت کے مطابق جماعت بناتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو توڑ دو تو سارا نظام خراب ہو جائے گا۔ اگر باہمی جھگڑے اور تنازع دور کرنے اور ایک دوسرے کے حقوق دلوانے والے محکمہ میں خرابی آجائے تو لازماً تربیت کا محکمہ کمزور ہو جائے گا۔ لوگوں کے اندر شبہات پیدا ہوں گے شکوے پیدا ہوں گے۔ بے چینی پیدا ہو گی اور

تربیت والوں کا کام

اس حد تک بڑھ جائے گا کہ ان کا محکمہ جو عام حالات کے لئے بنایا گیا ہے اس کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ پھر جماعت کے لوگوں میں تشویش پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکیں گے۔ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے رہیں گے اگر وہ اچھے تاجر یا اچھے زمیندار یا اچھے عہدہ دار ہیں تو ان جھگڑوں کی وجہ سے وہ اپنی کمائی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکیں گے اور جب ان کی کمائی کم ہو گی تو

سلسلے کے چندے

کم ہو جائیں گے اور مرکزی کام رکنے لگیں گے تو بظاہر اس محکمہ کا جماعت کی ترقی سے کوئی تعلق نہیں لیکن حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو بڑا تعلق ہے۔ اسی طرح اگر تربیت کے محکمہ میں نقص ہو گا تو جماعت کی اخلاقی حالت کے گرنے کی وجہ سے تبلیغ مشکل ہو جائے گی لوگ کہیں گے تم ہمیں کیا کہتے ہو۔ تم میں تو یہ یہ

خرابی پائی جاتی ہے۔ پھر

امور عامہ کا کام

بھی بہت بڑھ جائے گا۔ کیونکہ جب اخلاقی تربیت نہیں ہو گی۔ تو جھگڑے بہت بڑھ جائیں گے۔ غرض تربیت کی کمی کی وجہ سے اگر جھگڑے بڑھ جائیں تو امور عامہ جو عام حالات کے مطابق بنایا گیا تھا۔ اپنے کام میں کمزور ہو جائے گا۔ اور اس طرح جماعت پر ایک بُرا اثر پڑے گا تعلیم کا بھی یہی حال ہے۔ اگر تعلیم صحیح طور پر نہیں دی جائے گی۔ جس کا تربیت ایک جزو ہے۔ تو جماعت کا علمی معیار گر جائے گا علمی معیار کے گر جانے کی وجہ سے اس کی تمدنی حالت گر جائے گی۔ اسی طرح اسکی مالی حالت رگو جائیگی۔

تعلیم کی کمی

کی وجہ سے لوگ اچھے عہدوں پر نہیں جا سکیں گے۔ اور جب تعلیم میں کمی ہو گی تو تبلیغ میں بھی لازماً کمی آجائے گی۔ غرض ہر محکمہ آپس میں اس طرح ملا ہوا ہے۔ جس طرح عمارت کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصہ سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ ایک حصہ کو خراب کر دو تو باقی حصے بھی خراب ہونے لگیں گے۔ اس لئے جماعت کے ہر محکمہ کو اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے کام کو بہتر بنانا چاہیئے۔ اس وقت بعض محکموں کی ایسی حالت ہے کہ اگر ان کو توڑ دیا جائے۔ یا ان کا عملہ موجودہ تعداد سے کم کر دیا جائے تو کچھ بھی فرق پیدا نہیں ہو گا۔ ان کے بند ہو جانے پر بھی کام اسی طرح چلتا رہے گا جس طرح پہلے چل رہا ہے۔ حالانکہ

زندگی کے معنے

یہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی محکمہ کو بند کر دیا جائے تو سارا کام خراب ہو جائے۔ جیسے بیت المال کا محکمہ ہے۔ اس کے بند کرتے ہی سارے کام بند ہو جائیں گے۔ یہی بات ہر دوسرے محکمہ میں ہونی چاہیئے۔ یہی بات تصنیف کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ یہی بات اشاعت کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے کہ ان کے کام کے بند ہونے کے ساتھ ہی جماعت کے سارے کام بند ہو جائیں یہی بات تعلیم کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے یہی بات امور عامہ کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ اس وقت درحقیقت

ساری جماعت کی ذمہ داری

صرف دو محکموں پر ہے۔ ایک محکمہ مال پر اور ایک محکمہ اصلاح و ارشاد پر۔ باقی محکموں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کمرہ کی دیواریں چھوٹی چھوٹی ہوں۔ اور اس کی چھت ہوا میں معلق ہو جس کے گرنے کا

ہر وقت خطرہ

ہو کیونکہ وہ محکمے اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر رہے۔ موٹا محکمہ تعلیم کا ہے۔ ہمارے ہاں اب کئی ہائی سکول ہیں۔ دینیات کے سکول ہیں۔ کالج ہے۔ تین تو ہائی سکول ہی ہیں۔ ایک زنانہ اور دو مردانہ۔ ایک سیالکوٹ میں اور دو ربوہ میں۔ ایک کالج ہے لاہور میں۔ اس کے علاوہ کئی مڈل سکول ہیں۔ پرائمری سکول ہیں۔ یہ سارے

محکمہ تعلیم کی عمارت

ہیں۔ بے شک یہ سکول تھوڑے ہیں۔ لیکن بہرحال جب جماعت نے ان کو قائم کیا ہے تو اس نے ان کی ضرورت کو سمجھا۔ اور ان کے مقصد کو تسلیم کیا ہے۔ پھر ہمارے سکولوں اور کالجوں کی نگرانی کرنیوالا ایک ذمہ دار ادارہ ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ جماعتی رنگ میں

نوجوانوں کی تعلیم

کے بارہ میں مدد دے اور ان کے نشوونما میں حصہ لے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو نوجوان نکل رہے ہیں ان میں دین کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو پرانے آدمیوں میں پایا جاتا ہے۔

پرانے آدمی

اقتصادی قربانی میں بہت زیادہ ہیں اور نئے آدمی ابھی ان سے بہت پیچھے ہیں۔ ایک بڑھنے والی جماعت جس میں باہر سے لوگ آکر مل رہے ہوں اسی صورت میں ترقی کر سکتی ہے جب اس میں پیدا ہونے والے نوجوان پہلوں سے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں۔ اگر باہر سے شامل ہونے والوں کو نظر انداز کر دو۔ تب بھی

اولاد کے ذریعہ

ہماری جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔ عام طور پر ایک ایک آدمی کے تین تین چار چار بچے ہوتے ہیں۔ اگر پچھلے کو ایک قرار دیا جائے۔ تو آنے والوں کو ہم تین چار ضرور کہیں گے۔ یا کم سے کم دو گنے ضرور ہوں گے۔ پھر ملک کی اقتصادی حالت جس طرح ترقی کر رہی ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یقیناً پچھلا شخص اگر دس روپے کماتا ہے۔ تو اگلا بیس روپے کمائیگا۔ پس اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ باپ اگر دس کماتا تھا۔ تو بیٹے چالیس کمائیں گے۔ گویا ان کی قربانی پہلوں سے کم سے کم چار گنا ہونی چاہیئے۔ مگر تحریک جدید کے چندہ کو لے لو تو ہمیں

یہ نظر آتا ہے

کہ پہلے لوگ جو تھے انہوں نے تین لاکھ تک اس چندہ کو پہنچایا ہوا جس کے معنی یہ ہیں کہ نئے آدمیوں کو اس حساب سے بارہ لاکھ تک چندہ پہنچانا چاہیئے مگر ان کا چندہ ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچا ہے۔ گویا دفتر دوم میں شامل ہونے والے پہلوں سے قریباً نواں حصہ قربانی کر رہے ہیں۔ اگر ان کی مالی حالت کی زیادتی کو دیکھا جائے۔ اگر ان کی تعداد کی زیادتی کو دیکھا جائے۔ اور پہلوں کے مقابلہ پر اسے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواں حصہ قربانی کر رہے ہیں۔ گویا وصیت جس کو اموال بڑھانے کا ذریعہ قرار دیا گیا تھا۔ وہ وصیت والا طریق اولاد نے اس رنگ میں اختیار کر لیا ہے کہ باپ جتنی قربانی کرتا تھا۔ بیٹا اس کا نواں حصہ قربانی کرتا ہے۔ اسکی ذمہ داری یقیناً ہمارے سکولوں اور کالج پر ہے اگر وہ نوجوانوں میں صحیح روح پیدا کرتے۔ اگر وہ

سلسلہ سے تعاون کرتے اور کوشش کرتے کہ ان میں پہلوں سے زیادہ قربانی کا مادہ پیدا ہو۔ تو یہ نتیجہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں نے صرف اتنا سمجھ لیا ہے کہ نتیجے اچھے دکھا دو۔ وہ بھی کوئی خاص طور پر اچھے نہیں۔ لیکن اگر ہم نے نتائج ہی اچھے دکھاتے ہیں۔ تو پھر جماعت کو ان پر اس قدر روپیہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے جتنے احمدی طالب علم ہمارے سکولوں اور کالج میں پڑھتا ہے۔ اس سے کئی گنا زیادہ احمدی لڑکا دوسرے کالجوں اور سکولوں میں تعلیم پاتا ہے۔ اگر نو لڑکے دوسرے سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ اور ایک لڑکا ہمارے سکول میں پڑھ رہا ہے۔ تو یہ ایک بھی دوسرے سکول میں پڑھ سکتا ہے۔ اس پر ہزاروں روپیہ سالانہ جماعت کو خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری غرض تو یہ تھی۔ کہ اس طرز پر جماعت کے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ

جماعتی اور ملی روح

سے بھرا جائے۔ اور جب اس تجربہ کی بناء پر ان کے اخلاص اور ان کی قربانیوں میں ترقی ہو۔ تو پھر اور کالج اور سکول قائم کئے جائیں یہاں تک کہ ہماری جماعت کے نوجوان جو اپنے کالجوں اور سکولوں میں تربیت حاصل کر چکے ہوں، ان میں ایک نیا ایمان اور نئی قوت اور نئی تازگی پیدا ہو جائے۔ ورنہ صرف درسی کتب کی تعلیم کے لئے نہ ہمیں سکول کی ضرورت ہے نہ کالج کی۔ دنیا میں سینکڑوں سکول اور کالج موجود ہیں۔ ان میں ہماری جماعت کے طلباء بھی پڑھ سکتے ہیں اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم ان اداروں پر ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ کریں۔

پس آج میں اپنے

تعلیمی اداروں

اور مرکزی محکمہ تعلیم کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے پروگرام کو ایسی طرز پر بنائیں کہ ان کے سکولوں کا باقی جماعت کو فائدہ ہو۔ اور ان کے سکولوں سے نکلے ہوئے لڑکے دوسرے لوگوں کی قربانی سے پندرہ بیس گنے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں۔ اگر نظارت تعلیم ایسی لسٹ پیش کرے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان کے سکولوں سے فارغ ہونے والے نوجوان پہلوں سے زیادہ ترقی یافتہ۔ پہلوں سے زیادہ ہمت والے پہلوں سے زیادہ بلند حوصلوں والے پہلوں سے زیادہ قربانی اور ایثار سے کام لینے والے اور پہلوں سے زیادہ بوجھ برداشت کرنے والے ہیں۔ تو بے شک یہ امر ہماری خوشی کا موجب ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر وہ ایسا نہ دکھا سکیں تو پھر جماعت پچاس ہزار سکول پر اور ایک لاکھ کالج پر کیوں خرچ کرے۔ کیوں نہ یہ روپیہ تبلیغ پر ہی صرف کیا جائے۔ تاکہ نئے آنے والے

نیا جوش اور نیا خون

لے کر آئیں اور ان کے اندر قربانی کا وہ جذبہ ہو۔ جو نومسلموں کے اندر پایا جاتا ہے۔ جب تک ہمارے سکولوں اور کالجوں سے نکلنے والے نومسلموں والا اخلاص اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اس وقت تک وہ محض بے کار ہیں۔ اگر انہوں نے پیدائشی احمدیوں والا رنگ ہی رکھنا ہے۔ تو پھر ضرورت کیا ہے کہ ان کے لئے اتنا روپیہ خرچ کیا جائے پس ان کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے بہت سا طالب علم ان کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ اور وہ اگر چاہیں تو آسانی سے ان میں

نمازوں کی عادت

پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں محنت کا عادی بنا سکتے ہیں۔ ان میں دیانت اور امانت پیدا کر سکتے ہیں اور انہیں سچائی کا عادی بنا سکتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ سکول کے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ تم میں سچ بولنے والے کتنے ہیں۔ تو اس پر بہت کم نوجوانوں کی تعداد نکلی۔ جنہوں نے اقرار کیا۔ کہ وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ تم میں سے جو سچ نہیں بولتے۔ کیا تم ان کا معاملہ کبھی سلسلہ کے نوٹس میں بھی لائے ہو یا نہیں۔ اس پر بہت کم طلباء نے اس کا اقرار کیا، حالانکہ یہ چیز ہماری جماعت میں

ایک معیاری رنگ

رکھتی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جو شخص احمدی ہے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مگر اب اس میں کمی آتی جارہی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری بڑی حد تک تعلیمی اداروں پر ہے۔ اگر ایک استاد لمبے عرصہ تک ایک طالب علم کے ساتھ رہتا ہے۔ تو میری سمجھ میں تو نہیں آسکتا۔ کہ اسکو لڑکے کی کمزوری کا علم کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو تھوڑے سے تجربہ میں ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ لڑکوں کی شکایات پر اساتذہ کو اکثر جواب طلبی کرنی پڑتی ہے۔ اس جواب طلبی میں اس کو فوراً پتہ لگ سکتا ہے کہ کون لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔ اور پھر اگر وہ کوشش کریں تو اس کی اصلاح بھی کر سکتے ہیں لیکن جب جھوٹا آدمی یہ سمجھے۔ کہ میرے افعال کو ناپسند نہیں کیا جاتا۔ تو وہ اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے پس

سچائی کی عادت

اور محنت اور قربانی کی عادت نوجوانوں میں پیدا کرنی چاہیئے نئے کارکن جو ہمارے سلسلہ میں آتے ہیں، ان کے متعلق بھی افسر یہی شکایت کرتے ہیں۔ کہ وہ محنت نہیں کرتے اسی طرح دیانت میں بھی ان کا پہلو کمزور ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں تین واقفین زندگی پر یہ الزام لگے۔ کہ انہوں نے دیانت سے کام نہیں کیا۔ اور سلسلہ کا روپیہ غبن کیا ہے اور یہ واقعات دو تین مہینہ کے اندر اندر ہو گئے۔ بے شک اس کی ذمہ داری ان افراد پر بھی ہے۔ لیکن اس کی بڑی ذمہ داری سکول کے اساتذہ ہیڈ ماسٹر اور ناظر تعلیم پر آتی ہے۔ کیونکہ نوجوانوں کے

اخلاقی معیار کو بلند کرنا

ہی ہمارے سکولوں کا اصل کام ہے۔ ورنہ دوسرے سکول بھی چل رہے ہیں۔ اور ہماری جماعت کے لڑکے اگر چاہیں تو ان میں بھی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ جماعت کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے الگ درسگاہیں کر لینے کا مقصد یہی ہے کہ احمدیت کے ماحول میں ان کی تربیت کی جائے۔ اور اگر غور کیا جائے تو کسی کے متعلق یہ معلوم کرنے میں کوئی دقت ہی نہیں ہوتی۔ کہ وہ جھوٹ بولتا ہے یا سچ بولتا ہے

بعض اساتذہ

اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے لڑکوں پر سختی کی۔ تو وہ بھاگ جائیں گے۔ میں اسے بھی بے وقوفی سمجھتا ہوں لڑکے کی عمر ایسی ہوتی ہے۔ جس میں ایک حد تک سختی اس پر کی جا سکتی ہے۔ اور اس پر کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ نادانی ہوتی ہے کہ جب اساتذہ سے پوچھا جائے تو ان میں سے بعض یہ جواب دے دیتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ سمجھا تھا کہ اگر ہم نے سختی کی تو ماں باپ ناراض ہو جائیں گے۔۔ یا لڑکے سکول سے چلے جائیں گے۔ اگر کوئی لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔ اگر وہ محنت نہیں کرتا۔ اگر وہ دیانت سے کام نہیں لیتا۔ اور تم اس پر سختی کرتے ہو۔ تو تمہاری سختی کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ وہ یا تو اپنی اصلاح کر لے گا۔ اور یا سکول سے الگ ہو جائے گا اگر وہ اصلاح کر لے گا۔ تو یہ ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوگا۔ اور اگر وہ نکل جائے گا تو باقی لڑکے اس کے گندے اثر سے بچ جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ

لڑکوں کی اصلاح

انفرادی نگرانی کے بغیر کبھی نہیں ہو سکتی۔ بچوں کی تعلیم اور ان کی تربیت کی مثال ایسی ہی ہے

جیسے باغ لگانا ہوتا ہے۔ ہمارے خاندان میں باغ لگانے کا شوق ورثہ کے طور پر آیا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی مالی پودوں کی اصلاح کے لئے انفرادی توجہ نہیں کرتا باغ تباہ ہو جاتا ہے اور جب توجہ دلائی جائے اور اسے پکڑا جائے تو وہی درخت جو پہلے مر رہے ہوتے ہیں پھلنے لگ جاتے ہیں۔ میں جب بھی باغ میں جاتا ہوں مالیوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جو اچھا درخت ہے وہ تمہاری توجہ کا مستحق نہیں تمہاری توجہ کا مستحق وہ درخت ہے جو بیمار ہے۔ ایسے درختوں پر نشان لگاؤ اور روزانہ ان کی نگہداشت کرو۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ جب بھی کوئی ایسا مالی ملتا ہے جو محنت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہوتا ہے تو اس توجہ دلانے کے نتیجہ میں وہ پودے ترقی کرنے لگ جاتے ہیں اور جب کوئی ایسا مالی ملتا ہے جو اس رنگ میں کام کرنے کا عادی نہیں ہوتا تو وہ ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ دیکھئے فلاں درخت کیسا اچھا ہے۔ فلاں کیسا اچھا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں یہ تو قدرتی طور پر اچھا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم بیمار پودوں کے متعلق بتاؤ کہ تم ان کے متعلق کیا کر رہے ہو۔ اچھوں کو اپنے کام کی عمدگی کے ثبوت میں پیش کر دینا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہسپتال میں جائے اور کہے دیکھئے اس ڈاکٹر کی صحت کیسی اچھی ہے یہ نرس کیسی مضبوط ہے۔ یہ کمپونڈر کیسا تندرست ہے اور بیماروں کا ذکر بھی نہ کرے۔ حالانکہ اگر وہ اچھے ہیں تو اس سے ہسپتال کے اچھا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ ہسپتال کا اچھا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بیماروں کے متعلق بتایا جائے کہ ان میں سے کتنے تندرست ہوئے ہیں۔ اسی طرح

اساتذہ کا یہ کام ہے

کہ وہ یہ بتائیں کہ اتنے لڑکوں میں سچائی کی عادت نہیں پائی جاتی تھی ہم نے ان کو سچائی کا پابند بنایا۔ اتنے لڑکوں میں ہم نے دیانت پیدا کی اتنے لڑکوں کو ہم نے محنت کا عادی بنایا۔ یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں لگتا بالکل غلط بات ہے۔ اگر ایک سکول کے بیس پچیس اساتذہ کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ ان کے لڑکوں کی اخلاقی حالت کیسی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ نابینا ہیں جھگڑوں کے وقت بڑی آسانی سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کون سچ بولنے کا عادی ہے اور کون جھوٹ بولتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ بعض اساتذہ بھی جنبہ داری سے کام لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکے جن کے وہ طرفدار ہوتے ہیں وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں تو انہیں سچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جن کے خلاف ان کی رائے ہوتی ہے۔ وہ سچ بھی بولتے ہیں تو انہیں جھوٹ نظر آتا ہے۔ پس یہ ان کا ذاتی نقص ہے کیونکہ

جنبہ داری کا مرض

انسان کو نابینا بنا دیتا ہے۔ استاد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کسی کے ساتھ کوئی خاص جوڑ نہ ہو چاہے کوئی اس کا بھائی ہو۔ عزیز ہو۔ اس کے دوست کا بیٹا ہو سب کو ایک نگاہ سے دیکھے۔ اگر وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی نظر تیز ہو جائے گی اور وہ آسانی سے پتہ لگا لے گا کہ فلاں میں غفلت کی عادت ہے۔ فلاں میں جھوٹ کی عادت ہے۔ فلاں میں بددیانتی کی عادت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی ذمہ داری ایک حد تک ماں باپ پر بھی ہے ان کا بھی فرض ہے کہ اپنے لڑکوں کی تربیت کے سلسلہ میں اساتذہ سے تعاون کریں۔ یورپ میں تو یہ طریق ہے کہ جب کوئی زیادہ بیمار ہو جائے تو اس کا معالج ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب فلاں ڈاکٹر سے مل کر مشورہ کرتا ہوں تاکہ بیمار کے لئے مناسب علاج تجویز کیا جا سکے۔ اسی طرح

اساتذہ کا فرض ہے

کہ جب وہ دیکھیں کہ ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو رہیں تو وہ ان کے ماں باپ سے مشورہ کریں اور ان کی اصلاح کی تدابیر سوچیں۔ مگر یہ طریق صرف ان لڑکوں کے متعلق اختیار کیا جا سکتا ہے جو بورڈنگ میں نہیں رہتے۔ جو لڑکے بورڈنگ میں رہتے ہیں ان کی تو سو فیصدی ذمہ داری اساتذہ اور نگران عملہ پر ہی عاید ہوتی ہے۔ یہی ضرورت میں سمجھتا ہوں۔ دینیات کے مدارس میں بھی ہے۔ وہاں بھی یہی غفلت پائی جاتی ہے۔ لڑکے تعلیم پا رہے ہوتے ہیں اور ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ بیس مبلغ تیار ہو جائیں گے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ بیس بے دین یا بیس نکھٹے یا بیس ناکارہ یا بیس جاہل پیدا ہو جاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ مدرسہ احمدیہ کے متعلق مجھے شکایت پہنچی کہ فلاں فلاں علوم مدرسہ میں پڑھائے جاتے ہیں مگر اساتذہ نے ابھی کورس کی کتابوں کے صرف چند صفحات ہی پڑھائے ہیں اور سال ختم ہو گیا ہے مثلاً اگر سو صفحہ کتاب کا تھا تو اساتذہ نے سارے سال میں صرف دس بیس صفحے پڑھائے تھے میں نے لڑکوں کو بلایا اور ان سے باتیں کیں۔ انہوں نے کہا بات ٹھیک ہے۔ استاد باتیں کرتے رہتے ہیں اور پڑھائی رہ جاتی ہے اس کے بعد میں نے اساتذہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب

میں نے یہ دیکھا

کہ بعض اساتذہ نے آگے بڑھ بڑھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنی بھی ضروری ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اتنا ہی پڑھایا جا سکتا تھا۔ زیادہ نہیں پڑھایا جا سکتا تھا گویا بجائے اس کے کہ وہ اپنے فعل پر پردہ ڈالتے انہوں نے بڑی عمدگی اور دلیری سے تسلیم کیا کہ ادھر ادھر کی باتیں بھی ہوتی ہیں اور اس طرح اصل پڑھائی رہ جاتی ہے۔ حالانکہ استاد کا نہ صرف یہ کام ہے کہ وہ اپنے کورس کو پورا کرے بلکہ اس کا یہ بھی کام ہے کہ وہ زائد سٹڈی کروائے۔ کوئی طالب علم صحیح طور پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس کا مطالعہ اس قدر وسیع نہ ہو کہ وہ اگر ایک کتاب مدرسہ کی پڑھتا ہو تو دس کتابیں باہر کی پڑھتا ہو۔

باہر کا علم

ہی اصل علم ہوتا ہے استاد کا پڑھایا ہوا علم صرف علم کے حصول کے لئے ممد ہوتا ہے۔ سہارا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ وہ سارے علوم پر حاوی ہو سکے۔ دنیا میں کوئی ڈاکٹر ڈاکٹر نہیں بن سکتا اگر وہ اتنی ہی کتابیں پڑھنے پر اکتفا کرے جتنی اسے کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی وکیل وکیل نہیں بن سکتا اگر وہ صرف اتنی کتابوں پر ہی انحصار رکھے جتنی اسے کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی مبلغ مبلغ نہیں بن سکتا اگر وہ صرف انہی کتابوں تک اپنے علم کو محدود رکھے جو اسے مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ وہی ڈاکٹر وہی وکیل اور وہی مبلغ کامیاب ہو سکتا ہے جو رات اور دن اپنے فن کی کتابوں کا مطالعہ رکھتا ہے اور ہمیشہ اپنے علم کو بڑھاتا رہتا ہے۔ پس جب تک ریسرچ ورک کے طور پر

نئی نئی کتابوں کا مطالعہ

نہ رکھا جائے اس وقت تک لڑکوں کی تعلیمی حالت ترقی نہیں کر سکتی۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ آجکل دینیات کے مدرس بھی انگریزی سکولوں اور کالجوں کی نقل میں تعلیم کے لئے پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے کے الفاظ استعمال کرنے لگ گئے ہیں حالانکہ ہمارے پرانے اساتذہ جو دینیات پڑھایا کرتے تھے وہ دس دس بارہ بارہ گھنٹے پڑھاتے چلے جاتے تھے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ پانچ چھ گھنٹے مسلسل پڑھاتے ہیں تب بھی تربیت کے لئے ان کے پاس بڑا کافی وقت بچ سکتا ہے کیونکہ ان کی کتابیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بار بار بدلا نہیں جاتا۔ سکولوں اور کالجوں کا کورس اکثر بدلتا رہتا ہے کبھی کہا جاتا ہے فلاں مصنف کی کتابیں پڑھاؤ اور کبھی کہا جاتا ہے فلاں کی۔ لیکن

دینیات کا اکثر کورس

ایسا ہوتا ہے جس کو ہم بدل ہی نہیں سکتے کالجوں میں تو یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں مصنف کی کتاب نہ پڑھاؤ فلاں کی پڑھاؤ وہ زیادہ اچھا ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب قرآن پڑھانا چھوڑ دو یا حدیث پڑھانا چھوڑ دو اور ان کی بجائے فلاں فلاں کتابیں پڑھاؤ پس جبکہ دینیات کا کورس بدلا نہیں جاتا اور ساری عمر اساتذہ کو قرآن ہی پڑھانا ہوتا ہے یا حدیثیں ہی پڑھانی پڑتی ہیں تو ان کے ذہن میں تو یہ علوم اسی قدر راسخ ہونے چاہئیں کہ سب باتیں انہیں زبانی یاد ہوں بے شک نئی نئی تحقیقاتیں بھی ہوتی ہیں لیکن جہاں تک طالب علموں کا تعلق ہے ان کو پڑھانے والی باتیں اساتذہ کو حفظ ہونی چاہئیں اسی طرح حدیث ہے اس میں بے شک

باریک اور نازک مسائل

کی بحث بھی آتی ہے لیکن حدیث کے موٹے موٹے مسائل دو تین سال میں استاد کو اس طرح حفظ ہو جانے چاہئیں کہ اگر کتاب اس کے سامنے نہ ہو تب بھی وہ بلا دریغ ان کو پڑھاتا چلا جائے ہم بچپن میں پڑھا کرتے تھے تو ہمارے جغرافیہ کے ایک استاد تھے میں ان کا نام نہیں لیتا۔ وہ یہ دکھانے کے لئے کہ انہیں جغرافیہ میں کتنا کمال حاصل ہے کہا کرتے تھے کہ نقشہ لٹکاؤ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جاتا ہوں تم کسی شہر کا نام لو میں اپنے پاؤں کے اشارہ سے تمہیں بتا دوں گا کہ وہ فلاں جگہ شہر ہے چنانچہ ہم اسی طرح کرتے وہ آنکھیں بند کر کے دوڑتے ہوئے آتے اور پیر اٹھا کر وہاں لگا دیتے مگر

بچپن کی عمر

شرارتی ہوتی ہے۔ جب وہ کہتے کہ کسی شہر کا نام لو تو بعض لڑکے کسی ایسے شہر کا نام لے دیتے جو نقشہ میں بہت اونچا ہو۔ مثلاً ولاڈی واسٹک اب ولاڈی واسٹک نقشہ کے اوپر کی جہت میں ہے جب وہ استاد یہ لفظ سنکر دوڑ کر نقشہ کی طرف آتے تو بعض دفعہ جوش سے پاؤں اٹھانے کی وجہ سے وہ گر جاتے اور لڑکے ہنسنے لگ جاتے۔ بہرحال ان میں یہ کمال تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے آتے اور شہر بتا دیتے چونکہ سکولوں کا جغرافیہ ایک محدود مضمون ہے اور وہی اساتذہ کو بار بار پڑھانا پڑتا ہے۔ اس لئے دو تین سال کے بعد انہیں ان مضامین کی تیاری کیلئے کوئی ذہنی کوفت برداشت نہیں کرنی پڑتی اور ان کے پاس کافی وقت اپنے مطالعہ کو وسیع کرنے اور طلباء کی نگرانی کرنے کے لئے بچ جاتا ہے۔ پس میں اس خطبہ کے ذریعہ سکولوں اور کالجوں اور دینیات کے کالجوں اور ان کے اساتذہ کو اس امر کی طرف

توجہ دلاتا ہوں

کہ انہیں زیادہ سے زیادہ طلباء کی نگرانی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے اندر محنت کی عادت اور قربانی اور ایثار کی عادت پیدا کرنی چاہیئے۔ اگر افراد میں محنت اور قربانی کی عادت پیدا ہو جائے تو چھوٹی جماعت بھی بڑی جماعتوں پر غالب آ جایا کرتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ دُنیا میں کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہوئی ہیں جو بڑے بڑے گروہوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آگئی ہیں۔ اس غلبہ کی وجہ یہی تھی کہ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ تھا۔ وہ اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے اُسے مفید کاموں میں صرف کرنے کے عادی تھے۔ ان میں دیانت تھی۔ ان میں صداقت تھی۔ . . . . ان میں محنت کی عادت تھی۔ ان کے حوصلے بلند تھے ان کے ارادے پختہ تھے اور ان کے مقابل میں جو لوگ کھڑے تھے وہ ان اوصاف سے خالی تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل غالب آگئے اور کثیر مغلوب ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے

ایک ایک آدمی جس میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے وہ درجنوں پر بھاری ہوتا ہے۔ پاگل کو ہی دیکھ لو۔ لوگ اس کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں حالانکہ وہ اکیلا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ ڈرتے ہیں کہ انہیں چوٹ نہ آجائے ان کو زخم نہ لگ جائے اور وہ اپنی طاقت کو صرف ایک حد تک استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پاگل کے لئے چوٹ اور زخم بلکہ موت کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اپنی طاقت کو صرف ایک حد تک استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پاگل کے لئے چوٹ اور زخم بلکہ موت کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا اسلئے وہ اپنی طاقت اس حد تک استعمال کرتا ہے جس حد تک ایک سمجھدار انسان استعمال کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا اور وہ اکیلا ہونے کے باوجود دوسروں پر غالب آجاتا ہے اسی طرح اگر ہمارے نوجوانوں میں قربانی اور ایثار کا مادہ ہو اور اگر دینی طور پر وہ

مجنونانہ رنگ

اپنے اندر رکھتے ہوں اور وہ اپنی محنت اور اپنی قربانی کو اس حد تک پہنچا دیں کہ جس حد تک پہنچانے سے دوسرے لوگ گھبراتے ہوں تو پھر ہمارے ایک ایک آدمی کے مقابلہ میں ان کے دس دس پندرہ پندرہ بلکہ بیس بیس آدمی بھی ہیچ ہو جائیں گے۔

آئندہ نسل کی اصلاح

اور اس کی درستی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے تمام سکولوں اور کالجوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں۔ کہ وہ سلسلہ کے لئے مفید وجود بن سکیں۔ وہ نسل جس میں قربانی اور ایثار کا مادہ نہیں جو جوش اور جنون سے خالی ہے وہ ہمارے آنے والے دس سال کو ضائع کر دیتی ہے اور یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑے خوف کا مقام ہے کیونکہ دس سال کے بعد پھر ہمیں ایک نئی جدوجہد کرنی پڑے گی اور پھر ایک اور نسل کی تربیت کرکے اس کے اخلاق کو اسلامی رنگ میں ڈھالنا پڑے گا۔ حالانکہ ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایک دن کا ضائع ہونا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہونا چاہیئے

قادیان میں اجتماعی دُعا اور عید الفطر کی تقریب

قادیان۔ ۲۶ر فروری۔ رمضان المبارک کے تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد آج مقامی طور پر عید الفطر کی مبارک تقریب مسنون طریق پر نہایت خوش اسلوبی سے منائی گئی۔ مسجد اقصیٰ میں جو قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ حسب پروگرام اس کا یہ دور ۲۹ر رمضان المبارک کو پورا ہو گیا اس موقعہ پر حسب دستور سابق اجتماعی دعا کا بھی پروگرام رہا تھا۔ لیکن آخری دن چونکہ اجتماعی دعا کی جاتی تھی۔ جس میں سب مقامی احباب کی شمولیت کی خواہش ہوتی ہے۔ اس لئے آج عصر کی نماز کے بعد آخری سپارے کا جو حصہ درس میں سے باقی رہ گیا تھا۔ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے پہلے اسے مکمل کیا۔ اس کے بعد بیرونجات سے احباب جماعت کی طرف سے جو دعائیہ خطوط اور تاریں موصول ہوتی تھیں اور دوستوں نے اپنے مختلف مقاصد کے لئے دعا کی درخواستیں ارسال کی تھیں ان کا خلاصہ سنایا گیا۔ بعدہٗ حضرت امیر صاحب مقامی مولانا عبد الرحمان صاحب فاضل نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے اس مبارک مہینہ میں روزوں کے التزام کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے مختلف دور کرنے پر مبارکباد دی اور اس امر کی تلقین کی کہ اس مہینہ کو اپنی روحانی ترقی کا ذریعہ بنایا جائے۔ ایسی کمزوریاں جن پر عام وقتوں میں انسان قابو پانے میں سستی کرتا ہے اس برکت والے مہینہ میں بڑی عمدگی کے ساتھ چھٹکارا پا سکتا ہے۔ اس لئے پوری کوشش کی جائے کہ جس صورت میں اس مہینہ میں انہوں نے تجربہ کر لیا اگر ذرا سی ہمت اور کریں تو ان کمزوریوں کو ترک کرنے میں چنداں مشکل نہ رہے گی۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہم لوگ اجتماعی دعا کی خاطر جمع ہوئے ہیں اور ہماری بہترین دعاؤں کا اوّل نمبر پر مستحق اسلام ہے۔ خدا تعالیٰ دنیا کے دلوں کو اس دین متین کی خوبیوں کے لئے کھول دے۔ پھر ان مبلغین کے لئے دعا کی جائے جو ہم سب کی نمائندگی میں یہاں سے سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اکناف عالم میں فریضۂ تبلیغ بجا لانے میں معروف ہیں۔ آپ نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کرنے کی تحریک کی اور فرمایا کہ ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے جبکہ ہم لوگ حضور کے روح پرور خطبات اور تازہ ارشادات عالیہ سے محض حضور کی بیماری کے باعث محروم ہیں۔ خدا تعالیٰ حضور کو جلد شفایاب کرے۔ نیز اپنے فضل سے ان سب روکوں کو دور کرے جو اسلام و احمدیت کے دنیا میں جلد پھیلنے میں حائل ہیں۔ اسی طرح سلسلہ کے کارکنان اور عہدیداران کے لئے بھی دعا کریں جو اپنے اپنے رنگ میں خدمت دین بجا لا رہے ہیں۔

اس کے بعد ایک لمبی اور پرسوز دعا ہوئی اور دیر تک مسجد کی فضا بارگاہ الٰہی میں عاجز بندوں کی درد بھری التجاؤں سے گونجتی رہی۔ ہر طرف سے سسکیوں اور رونے کی آوازیں آتی رہیں۔ بالآخر حضرت امیر صاحب کی طرف سے آمین کہنے پر سب لوگ اپنی پرنم آنکھوں کے ساتھ گھروں کو لوٹے۔

نماز عید الفطر

اس دفعہ ۲۹ر رمضان کے بعد کہیں بھی چاند نظر آنے کی اطلاع موصول نہ ہوئی اس لئے پورے تیس روزے ہوئے۔ اور آج ۲۷ر فروری کو عید الفطر کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔

اس دفعہ نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے عید کی نماز بڑے باغ میں ادا کئے جانے کا انتظام کیا گیا تھا جہاں گھاس پر ہی مسجد اقصیٰ کی دریاں بچھا دی گئیں۔ مستورات کے لئے مناسب پردہ کا انتظام کیا گیا۔ نماز اور خطبہ کی آواز سب احباب تک پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا گیا تھا۔

ٹھیک نو بجے محترم صاحبزادہ میرزا وسیم احمد صاحب نے مسنون طریق پر پہلے نماز عید کا دوگانہ پڑھایا۔ بعدہٗ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ۱۹۳۶ء کا ایک خطبہ عید الفطر پڑھ کر سنایا جو حال ہی میں صیغہ زود نویسی کی طرف سے اخبار الفضل میں شائع کیا گیا تھا۔

تمام احباب نے اپنے محبوب آقا کا خطبہ ہمہ تن گوش ہو کر سنا جو بہت روحانی نکات پر مشتمل تھا۔ اور رمضان شریف کے مجاہدہ کے بعد عید الفطر کی آمد پر مومنوں کے دلوں میں بڑھ چڑھ کر قربانیوں کی روح پیدا کرنے والا تھا باوجود ایک لمبا عرصہ اس خطبہ پر گذر جانے کے اس کا افادی پہلو بالکل تازہ اور نو بنو تھا۔

خطبہ کے اختتام پر بڑے رقت آمیز انداز میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے احباب جماعت کو اپنے محبوب امام ہمام کی لمبی بیماری سے جلد شفایاب ہونے کے لئے دعا کی تحریک کی۔ صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس موضوع کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ جملہ حاضرین کی آنکھوں کے سامنے ان گزرے ہوئے دنوں کی یاد گھوم گئی۔ جب کہ قادیان کی مقدس بستی میں ہی اپنے محبوب آقا کی زبان مبارک سے براہ راست انہیں ایسے روح پرور خطبات سننے اور حضور انور کی ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل ہوا کرتا تھا۔ پھر کیا تھا۔ سب کی آنکھیں محبوب کی یاد میں پرنم ہو گئیں۔ اور سب پر رقت طاری ہو گئی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنا دوسرا خطبہ جلد مکمل کیا اور اجتماعی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ سب نے بارگاہ الٰہی میں دیگر دعاؤں کے ساتھ درد دل اور خصوصیت سے اپنے آقا کے لئے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے ہمارے پیارے امام کو صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر بخشے تاکہ حضور کی براہ راست رہنمائی میں احمدیت کی تبلیغ زیادہ موثر اور زیادہ نتیجہ خیز بن جائے اور اسلام کو روحانی طور پر جلد از جلد غلبہ اور تفوق حاصل ہو جائے۔

دعا کے اختتام پر سب دوست ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور عید مبارک کا ہدیہ پیش کرکے اپنے گھروں کو لوٹے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(بدر قادیان)

درخواست دعا

میرے بڑے بھائی پر ایک مقدمہ ہے۔ کامیابی کے لئے درخواست دعا ہے نیز میری دادی جان چند روز سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

ایس احمد خان گنج مغلپورہ لاہور

اذکروا موتٰکم بالخیر

ہماری محمودہ آپا مرحومہ!

(از مکرم منور احمد صاحب۔ گلاسگو۔ انگلینڈ)

مورخہ ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء کو گلاسگو (سکاٹ لینڈ) کے ایک مشہور ہسپتال میں ہماری خالہ زاد بہن محترمہ محمودہ خانم صاحبہ بنت مکرم فضل محمد خان صاحب آف شملوی حال راولپنڈی وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ گذشتہ پندرہ برس سے گردن میں تکلیف کی وجہ سے صاحب فراش تھیں۔ شروع شروع میں یہ تکلیف معمولی سمجھی گئی۔ لیکن جلد ہی یہ بیماری بہت تکلیف دہ ہوگئی۔ ان کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔ ڈاکٹروں کو دکھایا گیا۔ ہر قسم کے علاج کئے گئے مگر ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

دن ہفتوں۔ ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے۔ لیکن محمودہ آپا کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ مجھے یاد ہے جب ان کے بھائی مسعود احمد انگلستان آنے کے لئے ان سے مل کر رخصت ہو رہے تھے۔ تو انہوں نے آنسو بھری آنکھوں۔ اور کپکپاتے ہونٹوں سے یہ کہا تھا۔ کہ "مسعود! اگر ہوسکے تو انگلستان بلوا کر میرا علاج کروانا۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی"۔ اور مجھے مسعود بھائی کا جواب بھی یاد ہے جو انہوں نے بہن کو تسلی دیتے ہوئے دیا تھا۔ کہ "محمودہ آپا! آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا علاج میری زندگی کے اولین مقاصد میں سے ہے"۔ ولایت آکر مسعود بھائی کار زمانہ میں ایسا الجھے کہ پورے دو سال تک آپ اس اہم فرض کی طرف توجہ کرنے کے قابل نہ ہوسکے۔ اس عرصہ میں میرا بھی انگلستان آنا ہوگیا۔ آتی دفعہ میں بھی یہ وعدہ کر کے آیا کہ میں مسعود بھائی کو اُن کا فرض یاد دلاؤں گا۔ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ مسعود بھائی مسلسل اس کوشش میں ہیں۔ کہ انہیں جلد سے جلد یہاں بلوایا جائے۔

روس کی میڈیکل سائنس عموماً دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ میڈیکل کی اس ترقی سے فائدہ اٹھانے کے لئے مسعود بھائی نے ڈنمارک کے روسی سفیر سے اس پر خوشی و آمادگی کا اظہار بھی کیا۔ مگر جب اس بات کو سیاسی سطح پر پایا۔ اور سوچا گیا تو اس راہ میں بہت سی مشکلات پیدا ہونے کا احتمال ہوگیا۔ اس لئے یہی فیصلہ کیا کہ ان کا علاج برطانیہ ہی میں کروایا جائے۔

حکومت پاکستان نے بیماری کی شدت کے پیش نظر جلد ہی پاسپورٹ جاری کردیا۔ اور آپ کے خسر مکرم محمد اقبال صاحب آف گوجرانوالہ نے آپ کو بذریعہ ہوائی جہاز یہاں تک پہنچانے کا انتظام کرایا۔ مکرم حسن محمد خان صاحب عارف جو کہ مرحومہ کے سب سے بڑے بھائی ہیں نے بھی ہر قسم کی مدد کی اور انتظام میں ہاتھ بٹایا۔ چنانچہ غالباً یکم اپریل ۱۹۶۲ء کو آپ مکرم شفیق احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ پیرس کے ہوائی اڈہ پر اتریں۔ اور وہاں سے بذریعہ ٹرین گلاسگو پہنچیں۔ یہاں پہنچنے کے چند دن بعد ہی ان کو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں ہر قسم کی سہولت اور بہترین علاج ہوتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں ان کی صحت میں نمایاں ترقی بھی ہوئی۔ اور وزن بھی کافی بڑھ گیا۔ مکمل علاج کے لئے ڈاکٹروں نے تین اپریشن تجویز کئے۔ پہلا اپریشن جو کہ دماغ کا تھا بہت تشویشناک تھا۔ مگر وہ کامیاب رہا۔ دوسرا اپریشن بھی اچھا ہوگیا اور آپ رو بصحت نظر آنے لگیں۔ ہمیں امید تھی کہ تیسرے اپریشن کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ مگر مشیت ایزدی یہ نہیں تھی! دو ماہ کے بعد انہیں بڑے ہسپتال میں منتقل کردیا گیا۔ جہاں ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو تیسرا اپریشن ہونا تھا۔ اپریشن ہوا۔ اور بظاہر کامیاب بھی رہا۔ مگر آپ کو چھ دن تک ہوش نہیں آیا۔ ساتویں دن مسعود بھائی کی مانوس آواز کو سنکر ایک لمحے کے لئے آنکھیں کھولیں۔ مگر کچھ کہہ نہ سکیں۔ اور آخر اسی رات ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء کو رات کے گیارہ بجے کے قریب ان کی آنکھیں کبھی نہ کھلنے کیلئے بند ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان مسلم سوسائٹی گلاسگو کے تعاون سے انہیں یہاں کے اسلامی قبرستان میں بطور امانت دفنا دیا گیا۔ جنازہ میں ہم پانچ احمدیوں کے علاوہ تقریباً تیس کے قریب غیر احمدی دوست بھی شامل ہوئے۔ نماز جنازہ میں امامت کے فرائض ایک نو احمدی بزرگ مکرم عبدالعزیز صاحب بٹ نے ادا فرمائے۔ اور اس طرح ہماری مرحومہ بہن وطن کی سرزمین سے ہزاروں میل دور دیار غیر میں ہمیشہ کی نیند کیلئے سپرد خاک کر دی گئیں۔

برس کی طویل بیماری نے انہیں زندگی کی بے شمار نعمتوں سے محروم کیئے رکھا۔ وہ آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہ سکتی تھیں۔ مگر اس کے باوجود اپنا کام خود کرنا پسند کرتی تھیں۔ وہ کسی کو تحفہ دے کر بے حد خوش ہوتیں۔ "کروشیا" کے ساتھ کڑھائی کے کام میں بہت مہارت ہوگئی تھی۔ میز پوش اور تکیوں کے غلاف پر اپنے ہاتھ سے خوبصورت بیل بوٹے نکال کر اپنے عزیزوں کو دیا کرتیں۔ حتیٰ کہ یہاں ہسپتال میں بھی انہوں نے کڑھائی اور بنائی کے چند نمونے بنا کر نرسوں، سٹاف اور دیگر خواتین سے داد تحسین حاصل کی۔

آپ کے اندر صبر کا مادہ غیر معمولی تھا اتنی طویل اور تکلیف دہ بیماری کا نہایت حوصلے اور امید کے ساتھ مقابلہ کرتی رہیں۔ ہم جب بھی اُن سے ملتے وہ ایک مسکراہٹ کے ساتھ ہمارا استقبال کرتیں۔ حتیٰ کہ اپنی بیماری کے آخری دنوں میں جبکہ انہیں اپریشن کی خطرناکی کا پورا احساس تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا حوصلہ نہیں ٹوٹا۔ چہرے کی مسکراہٹ قائم رہی۔ اور آنکھوں میں امید کی چمک روشن۔ وہ خود بیمار تھیں مگر ہماری ذرہ سی تکلیف دیکھ کر اپنی بیماری بھول جاتیں۔ ایک روز میرے کوٹ کے نیچے سویٹر نہ دیکھا تو میرے لئے سویٹر بننے کے لئے تیار ہوگئیں۔ مگر میں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ "جب آپ اچھی ہو جائیں گی تو میں آپ کے ہاتھوں کا بنا ہوا سویٹر ہی پہنونگا"۔

میں جب بھی راولپنڈی میں ان کے گھر جاتا۔ تو وہ مجھ سے حضور اقدس اور دیگر افراد خاندان کی صحت و عافیت پوچھتیں۔ میرے جوابات اور ربوہ کی ترقی کی باتیں سنکر انہیں بڑی خوشی ہوتی۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ بھی ربوہ کو دیکھ سکتیں!

اب ہماری محمودہ آپا اس دنیا سے بہت دور جاچکی ہیں۔ اپنے مولائے حقیقی کے پاس۔ لیکن آپ نے جس طرح زندگی کی ہر آزمائش کو شکست دی ہر دکھ کا مقابلہ کیا وہ انہیں کا حصہ ہے طویل بیماری نے ان کے مزاج میں چڑچڑا پن نہیں پیدا کیا تکلیف اور دکھوں نے ان کے چہرے کی مسکراہٹ کو نہیں چھینا آخری وقت میں ڈاکٹروں اور عزیزوں کی مایوسی ان کے حوصلے کو کم نہیں کر پائی۔ وہ آخر دم تک جس صبر۔ سکون اور حوصلے کے ساتھ بستر موت پر بھی مسکراتی رہیں وہ تا زندگی یاد رہے گا۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے اپنی ایک ہی نشانی چھوڑی ہے۔ اور وہ ان کا لڑکا شمیم احمد ہے قارئین اور دیگر اہلِ فضل سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری مرحومہ بہن کو آخرت میں اپنے فضلوں اور کرموں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ اور ان کی بخشش فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین۔

(منور احمد۔ گلاسگو) ابن چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی)

اعلانات نکاح

(۱) خاکسار کی دختر عزیزہ بشریٰ خانم کے نکاح ہمراہ ملک حمید احمد خان ریڈیو اینڈ ٹیلی ویژن انجینیر لنڈن (حال لاہور) ابن ملک اللہ رکھا صاحب ریٹائرڈ چیف گڈز کلرک سلطانپورہ لاہور کی تقریب بوقت پانچ بجے شام بروز جمعۃ المبارک ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء خاکسار کے مکان پر عمل میں آئی۔ شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور نے مسنونہ آیات کی تلاوت اور ان کی تشریح کے بعد پانچ ہزار روپیہ مہر پر اکابرین جماعت مثلاً محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء امیر جماعت الحاج خانصاحب میاں محمد یوسف نائب امیر جماعت۔ محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ و سابق جج ہائیکورٹ مغربی پاکستان لاہور اور دیگر کثیر احباب کی موجودگی میں نکاح کا اعلان فرمایا اور اس کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا فرمائی۔ الحمد للہ

بزرگان سلسلہ۔ درویشان قادیان اور جملہ احباب جماعت کی خدمت میں بھی التجا ہے کہ وہ دعا کریں کہ یہ تعلق جانبین۔ احمدیت اور اسلام کے لئے ہر لحاظ سے مفید اور بابرکت ہو۔ آمین

(خاکسار عبدالحمید عارف (صدر جماعت احمدیہ حلقہ دار الذکر) ۸ مفتی سٹریٹ محلہ محمد گنج گڑھی شاہو لاہور)

(۲) عزیزم نسیم احمد صاحب ابن خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر الفضل کا نکاح عزیزہ نرگس بانو صاحبہ بنت محمد ابراہیم صاحب ساکن سماعیلہ کے ہمراہ بعوض پانصد روپے حق مہر خاکسار نے مورخہ ۷ر جنوری ۱۹۶۳ء بمقام سماعیلہ پڑھا۔ بزرگان سلسلہ و احباب کرام سے درخواست ہے۔ کہ دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت کرے اور مثمر ثمرات حسنہ کرے۔ آمین۔ (خاکسار محمد شفیع سلیم احمدی زعیم انصار اللہ کھاریاں ضلع گجرات)

(۳) میرے لڑکے الیاس احمد بی۔ اے کا نکاح کیپٹن ڈاکٹر سراج الدین احمد صاحب کی لڑکی امۃ القیوم طاہرہ سے احمدیہ مسجد سیالکوٹ میں صاحبزادہ محمد طیب صاحب ابن حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید نے پانچ ہزار روپیہ مہر پر ۱۵ فروری ۱۹۶۳ء بروز جمعہ ۲۰ رمضان المبارک کو پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو طرفین کے لئے بابرکت ثابت کرے۔ آمین

(خاکسار محمد شفیع اسلم۔ شالامار (جلیانوالہ) براستہ گوجرہ ضلع لائلپور)

درخواست ہائے دعا

۱۔ برادرم عبداللطیف صاحب کارکن فضل عمر ریسرچ لاہور کی اہلیہ صاحبہ اور ان کا لڑکا عزیزم امتیاز احمد بیمار ہیں۔ احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دو کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

(خاکسار عبدالحمید ڈار کارکن فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ)

۲۔ میرا چھوٹا بھائی عزیزم صادق علی ان دنوں سخت بیمار اور حالت تشویشناک ہے۔ احباب دعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ عزیز کو صحت کاملہ اور شفائے عاجلہ عطا فرمادے۔ آمین۔

(حکیم نور علی خان متصل حلقہ سول لائن لاہور)

۳۔ میرا لڑکا فضل عمر چیچک کی بیماری کی وجہ سے سخت بیمار ہے۔ درویشان قادیان اور سلسلہ کے تمام بزرگان کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے

(جلال الدین معرفت حکیم نور محمد صاحب ٹنڈو غلام علی ضلع حیدرآباد سندھ)

۴۔ میرا لڑکا منیر احمد فرخ بی۔ ایس۔ سی الیکٹریکل انجینیرنگ فائنل سیلیکٹری کے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور اس نے ۹۳۹ نمبر لے کر اپنی کلاس میں اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان کی خدمت میں عاجزانہ دعا کی درخواست ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ عزیز مذکور کو اپنے فضل سے ترقی عطا فرمائے۔ (آمنہ بیگم والدہ منیر احمد فرخ ۶۶ چوہدری کالونی سمن آباد لاہور)

نوٹ:۔ آپ نے اس خوشی میں کسی مستحق کے نام ایک سال کے لئے الفضل کا خطبہ نمبر جاری کردیا ہے۔

تعمیر مسجد احمدیہ زیورک (سوئٹزرلینڈ) میں حصہ لینے والوں کیلئے

خوشخبری

سیدنا حضرت اقدس فضل عمر المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی خدمت بابرکت میں ماہ صلح ۱۳۴۲ھش (جنوری ۱۹۶۳ء) میں تعمیر مسجد احمدیہ زیورک (سوئٹزرلینڈ) کے لئے حصہ لینے والوں کے اسماء گرامی معہ ان کی مالی قربانیوں کے بغرض دعا پیش کئے گئے۔ اس فہرست کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سب کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق دے۔ اور حامی وناصر ہو۔"

جملہ احباب جماعت تعمیر مسجد احمدیہ زیورک (سوئٹزرلینڈ) کے صدقہ جاریہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے آقا کی دعائیں حاصل کریں۔ (وکیل المال اول تحریک جدید)

چندہ مسجد احمدیہ زیورک ــــ اور ــــ جماعتہائے احمدیہ ممالک بیرون

مسجد احمدیہ زیورک (سوئٹزرلینڈ) کی تعمیر کے لئے ممالک بیرون میں مقیم احباب کی طرف سے وعدہ جات اور نقد ادائیگی کی تفصیل ذیل میں ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔ فجزاھم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔ قارئین کرام سے ان سب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ انچارج سوئٹزرلینڈ مشن ۔/۳۰۰ روپیہ
محترمہ بیگم صاحبہ " " " ۔/۳۰۰ "
عزیزہ یحییٰ حسن صاحبہ بسیر " " ۔/۱۰۰ "
مکرم سید محمود عبداللہ شبوطی صاحب مبلغ عدن معہ بیگم صاحبہ ۔/۳۰۰ "
مکرم قاری محمد یٰسین صاحب دارالسلام (مشرقی افریقہ) ۔/۲۰۰ شلنگ
" فضل کریم صاحب " " ۔/۲۵ "
" نورالحق خان " " " ۔/۱۰۰ "
" مرزا ایوب بیگ " " " ۔/۵۰ "
" مرزا تیمور بیگ " " " ۔/۱۰ "
" شیخ مسعود احمد " " " ۔/۱۰ "
" افتخار احمد صاحب ایاز " " " ۔/۲۱ "
" اے ری کے عبیدی " " " ۔/۲۰۰ "
" ملک جمیل الرحمٰن " رفیق بٹ " " ۔/۵ "
" اینکو اسماعیل بن عبدالرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سنگاپور ۔/۳۰۰ روپیہ
" مسٹر عبدالحمید صاحب بالکین والسی " ۔/۳۰ "
میسرز زینبا محمد " اینڈ سنز لمیٹڈ " ۔/۵۰ ڈالر
مکرم ڈاکٹر کرنل محمد یوسف شاہ صاحب نائیجیریا ۔/۱۵۱ روپیہ

محترمہ بیگم صاحبہ کرنل محمد یوسف شاہ صاحب نائیجیریا ۔/۱۵۱ روپیہ
مکرم قریشی مقبول احمد صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ (مغربی افریقہ) ۔/۲۰۰۰ فرانک
" احمد کوئے صاحب " " " ۔/۲۵۰ "
" محمد جادا " " " " ۔/۱۵۰ "
" محمد یوسف ہلا " " " " ۔/۱۵۰ "
" محمد کامئے " " " " ۔/۵۰۰ "
" ابن عباس " " " " ۔/۵۰۰ "
محترمہ سسٹر نیمیری ساقی زوجہ مولوی مبارک احمد صاحب ساقی مبلغ لائبیریا ۔/۳۰۰ روپیہ
مکرم پیر عبدالقادر " طہران (ایران) ۔/۷۲۵ ریال
محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ زوجہ عبدالقادر طہران " ۔/۲۲۵ "
بچگان " " " " ۔/۷۲۵ "
مکرم محمد افضل صاحب جابرہ " " ۔/۷۲۵ "
" محمد عالم صاحب آف ناگڑیاں " " ۔/۷۲۵ "
" عبدالخالق " بٹ " " ۔/۷۲۵ "

وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ

فاستبقوا الخیرات

حضرت مولنا غلام رسول صاحب راجیکی نے اپنا تعمیر دفتر وقف جدید کا وعدہ مندرجہ ذیل اضافہ کے ساتھ نقد ادا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ ان بزرگوں کے روحانی فیض سے جماعت کو تادیر فیضیاب فرماتا رہے۔ آمین اللھم آمین۔

چندہ مولوی صاحب ۔/۱۰۱ چندہ محترمہ اہلیہ صاحبہ حضرت مولوی صاحب ۔/۵۳ (ناظم اصلاح وارشاد)

حصول تعلیم کیلئے عزم کینیڈا

میرے برادر عزیز مکرمی منصور الٰہی صاحب بذریعہ ہوائی جہاز کینیڈا روانہ ہو گئے ہیں۔ وہاں وہ فضائیہ کی اعلیٰ ٹریننگ حاصل کریں گے۔ احباب ان کی کامیابی اور خیریت اختتام سفر کے لئے دعا فرمائیں۔

منصور صاحب آغا محمود الٰہی خان صاحب کے بڑے صاحبزادے اور شیخ عبدالرشید بٹالوی مرحوم کے نواسے ہیں۔ (منظور الٰہی خان)

روحانی مائدہ

جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع گجرات تحریر فرماتے ہیں:۔

"اشتیاق اور باقاعدگی کے ساتھ ہی ماہنامہ انصار اللہ کا مطالعہ کرتا چلا آرہا ہوں اور اُسے انصار اللہ کیلئے روحانی مائدہ تصور کرتا ہوں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے بلند پایہ پاکیزہ مضامین ۔۔۔۔۔ خوابیدہ دلوں کو بیدار کرتے اور عزم وہمت کو جنم دیتے ہیں ۔۔۔۔۔ ادارہ کا معیار نہایت اعلےٰ اور مضامین کا انتخاب اور ترتیب قابل تحسین ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی دلکش اور جاذب نظر ہے"

کیا آپ اس روحانی مائدہ سے اب تک محروم ہیں؟ صرف چھ روپے سالانہ ادا کرکے آپ اس بلند پایہ رسالہ کے خریدار بن سکتے ہیں۔ (قائد اشاعت)

زندہ قوموں کا شعار

زندہ قوموں کا ہر دوسرا قدم پہلے سے زیادہ تیز اور مضبوط ہوا کرتا ہے لہذا میری استدعا ہے کہ انصار اللہ کا ہر رکن اس نئے سال میں اس معیار پر پورا اترنے کی کوشش کرے۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ شروع سال سے ہی ہم اپنی کوششوں اور جدوجہد کو دوچند کر دیں۔ (نائب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اعلان نکاح

مورخہ یکم مارچ ۶۳ء بعد نماز عشاء قریشی ناصر احمد صاحب اسسٹنٹ ڈویژنل انجینئر پاکستان ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون ڈیپارٹمنٹ ولد قریشی محمد شمس الدین صاحب بھاگلپوری مرحوم کا نکاح محترمہ امۃ الباری صاحبہ ایم اے (لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ) بنت مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش قادیان کے ساتھ چھ ہزار روپیہ مہر پر مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس نے مسجد مبارک میں پڑھا۔ بزرگان سلسلہ و احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ جانبین کے لئے یہ رشتہ مبارک فرمائے اس خوشی میں قریشی ناصر احمد صاحب کے بڑے بھائی صوبیدار محمود احمد صاحب قریشی آف کوئٹہ نے کسی مستحق کے نام ایک سال کے لئے الفضل کا خطبہ نمبر جاری کرایا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

ضرورت ہے

تحریک جدید انجمن احمدیہ کے زرعی فارموں میں ایک ٹریکٹر مکینک اور ایک ٹریکٹر ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ تجربہ کار اور محنتی امیدوار اپنے کوائف بھجوا کر مندرجہ ذیل پتہ پر خط وکتابت کریں یا دفتری اوقات میں بالمشافہ بات کریں درخواست کے ہمراہ امیدوار سے متعلقہ جماعت کے پریذیڈنٹ کی تصدیق اشد ضروری ہے۔ تنخواہ حسب تجربہ معقول دی جائے گی۔

(وکیل الزراعت تحریک جدید)

ضروری اطلاع

بل اخبار الفضل ماہ فروری ۶۳ء ایجنٹ صاحبان کی خدمت میں بھجوائے جا چکے ہیں۔ براہ مہربانی ان بلوں کی رقوم ۱۰ مارچ ۶۳ء تک دفتر ہذا میں پہنچ جانی چاہئیں۔ (مینیجر)

درخواست دعا: مکرم حکیم محمد صدیق کو جنہیں عرصہ ایک ماہ ہوا سائیکل کے حادثہ میں بہت چوٹیں آئی تھیں اب پہلے کی نسبت افاقہ ہے احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں

(عبدالستار کارکن دفتر خزانہ ربوہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴